مسئلہ رویتِ ہلال جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں

از جناب ضیاء الدین لاہوری ایم۔ اے

ہمارے ہاں علماء اسلام کو اکثر اس بات کا ملزم گردانا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ سائنسدان انسان کو چاند پر بھیجنے میں کامیاب ہو چکے ہیں، وہ ابھی تک نیا چاند دیکھے جانے کا مسئلہ طے نہیں کر سکے۔ لوگوں کے خیال میں برصغیر کے علماء کرام دقیانوسی خیالات کی بنا پر جدید علوم سے استفادہ نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہاں قمری تاریخیں عرب ممالک کے مقابلے میں، جہاں رویت ہلال کے بارے میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، ہمیشہ ایک یا دو روز پیچھے چلتی ہیں جو اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ ہم اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ اس قسم کے الزامات نہ صرف عام لوگوں کی طرف سے بلکہ تعلیم یافتہ افراد کی جانب سے بھی عائد کیے جاتے ہیں۔ اس مفروضے کی بنیاد پر بہت سے مقالات اور رسائل تحریر کیے جا چکے ہیں کہ سائنس کی زبردست ترقی کے اس دور میں ماہرین علوم فلکیات رویت ہلال کی بالکل درست پیش گوئی کر سکتے ہیں۔ ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر یہ واقعی ممکن ہے تو ہم خواہ مخواہ بے یقینی کی کیفیت سے دو چار رہنا کیوں پسند کرتے ہیں! میں نے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے اپنے قیام لندن کے دوران میں یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری اور رائل گرین وچ آبزرویٹری سے اس مسئلہ پر خط و کتابت کی۔ میں نے ان سے استفسار کیا کہ کیا علوم فلکیات کے ماہرین کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے

آئندہ رویت ہلال کی یقینی پیش گوئی کی جا سکے؟ میں نے ان سے وضاحت چاہی کہ اس سلسلہ میں چاند کی عمر، غروب آفتاب اور غروب قمر میں فرق اور مشاہدہ کرنے والے کی سطح سمندر سے بلندی کو کہاں تک دخل ہے؟ اس کے جواب میں یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری شعبۂ فزکس اور علوم فلکیات کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر نے ۱۱ر جولائی ۱۹۸۰ء کو مجھے جو جواب بھیجا اس کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"...... آپ کے دوسرے استفسار سے متعلق، کہ آیا آبزرویٹری سائنسدان کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے اہل ہو چکے ہیں جس سے آپ نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیش گوئی کر سکیں، مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس خاص مسئلہ پر عدلیہ سعودی عرب کے اراکین کے ساتھ میرے طویل مذاکرات ہوئے اور معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کوئی بھی تجویز یقینی طور پر قرآن مجید کے تقاضوں سے تقریباً متصادم ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ درحقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جا سکتا، ایک خاص زاویے کا تعین کیا جا سکتا ہے مگر یہ بھی ہمیشہ محض ایک اتفاق ہوگا کہ خصوصی تیز بصارت کا حامل کوئی فرد خاص غیر متغیر اور صاف مطلع میں چاند کے اپنے (Statutory) مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی اسے دیکھنے کے قابل ہو سکے۔ ان نکات میں سے، جن کا ذکر آپ نے کیا ہے، اصل مسئلہ کا لازماً کسی سے بھی تعلق نہیں بلکہ محض اس بات سے ہے کہ چاند سورج سے کس قدر فاصلے پر ہو جو جھٹپٹے میں آسمان پر دکھائی دے سکے۔ جزوی طور پر اس کا انحصار چاند کی سورج سے دوری اور دوسرے تغیّر پذیر عناصر پر ہے جیسا کہ فضا میں شفاف پن اور موازنہ (Contrast) اور مشاہدہ کرنے والے کی نظر کی تیزی۔ قرآن مجید

کسی ایسے طریق کار کا، جو چاند کے سورج سے ایک مخصوص فاصلے پر مبنی ہو خصوصًا مزاحم دکھائی دیتا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے کہ اس موقع پر اسلام کے تقاضے پورے کیے جا سکیں "

رائل گرین وچ آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل فلکیاتی معلومات پر وقتاً فوقتاً تحقیقاتی پرچے جاری کرتی ہے۔ رویت ہلال کے مسئلہ پر نومبر ۱۹۷۴ء میں ان کی آخری معلوماتی شیٹ نمبر ۶ شائع کی گئی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

" ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں کیونکہ ایسے کوئی قابلِ اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنھیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار نظر آجانے کے لیے کافی ہوں۔ پیش گوئی کی سادہ ترین بنیاد یہ ہے کہ متعلقہ جگہ پر چاند غروب آفتاب کے وقت ایک خاص عمر سے (جو فلکیاتی نئے چاند کے وقت سے شمار کی جانے) زیادہ ہو۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ عمر کی بجائے اس وقت چاند کا سورج سے حقیقی زاویائی فاصلہ (Elongation) استعمال کیا جائے۔ نیا چاند اس وقت تک دکھائی دینے کے قابل نہیں ہوتا جب تک کہ سورج افق سے نیچے نہ ہو۔ لہذا چھوٹ پٹے کے دوران میں چاند کے ارتفاع کو حساب میں رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ نیا چاند نظر آنے کے اتفاقات کا قدرے انحصار چاند کے زمین سے فاصلے پر ہے۔ یہ اتفاقات اس وقت سب سے زیادہ ہوں گے جب چاند قریب ترین (یعنی Perigee پر) ہوگا۔ مقامی کیفیات خاص کر مشاہدہ کرنے والے کی سطح سمندر سے بلندی اور گردوپیش کے ماحول کی خصوصیت،

اہمیت کی حامل ہیں اور جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو بھی فضا کے شفاف پن میں ایک دن سے دوسرے دن قابلِ ذکر تغیرات ہو سکتے ہیں۔ مشاہدہ کرنے والے کی نظر کی تیزی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ زمین پر طولِ بلد اور عرض بلد دونوں کے ساتھ فلکیاتی کیفیات میں قابلِ ذکر تغیرات ہوتے ہیں اور اگر موسمی کیفیات ہر جگہ اچھی بھی ہوں تو رویت ہلال کی تاریخیں جگہ بہ جگہ مختلف ہوں گی، لہذا پیش گوئیاں صرف محدود علاقوں کے لیے کار آمد ہو سکتی ہیں۔"

" عام کیفیات کے تحت چاند پہلی مرتبہ اس وقت تک دکھائی نہیں دیتا جب تک کہ اس کی عمر تیس ۳۰ گھنٹوں سے زائد نہ ہو، لیکن چند ایسی معتبر مثالیں بھی موجود ہیں جن میں چاند بہت اچھی کیفیات کے باعث اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس ۲۰ گھنٹے تھی۔ تین درجے جھکاؤ (Depression) کی صورت میں جب تک کہ چاند کا ارتفاع پانچ درجے سے اور زاویائی فاصلہ (Elongation) دس درجے سے بڑھ نہ جائے، اس کا نظر آنا بعید از قیاس ہے۔"

" چونکہ یہ امر واضح ہے کہ رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیش گوئی غیر یقینی ہوتی ہے، اس بات کا طے کرنا ضروری ہے کہ آیا قبل از وقت کسی ایسی پیش گوئی کو ترجیح دی جائے جس کے حق میں، اگرچہ کیفیات اچھی ثابت ہوں، ثبوت پیش نہ کیے جا سکیں یا بعد میں کوئی ایسی پیش گوئی کی جائے جو گزشتہ روز کے مشاہدے کو بے اثر بنا سکے سادہ سا اصول جس کا یہ دفتر عموماً مشورہ دیتا ہے، کہ متعلقہ جگہ پر غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر تقریباً تیس ۳۰ گھنٹے یا زیادہ ہونی چاہیے، موخر الذکر قسم ہے لیکن یہ اصول

وسطی اور بالائی عرض البلاد میں قابلِ اعتبار نہیں ہے"

ماہرینِ علوم کی ان کے متعلقہ شعبہ کے مسائل پر آراء سند مانی جاتی ہیں، مندرجہ بالا تحقیقات موجودہ دور تک رویت ہلال سے متعلق ماہرینِ علومِ فلکیات کی حتمی سند ہیں۔ جو ان مفروضوں کو غلط ثابت کر رہی ہیں کہ اس مسئلے پر باقاعدہ پیش گوئی ممکن ہے جب مفروضے ہی غلط ثابت ہو گئے تو ان کی بنیاد پر پیش کیے جانے والے مقالات اور رسائل کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

عرب ممالک میں نئے چاند کا ہونا رویت ہلال کے اعتبار سے قرار نہیں دیا جاتا۔ ان کے نئے چاند کی بنیاد اس کی فلکیاتی توضیح ہے گویا کہ ان کا چاند اسی شام ہو جاتا ہے جس روز چاند کی عمر شروع ہوتی ہے یعنی جب چاند اور سورج کا درمیانی فاصلہ صفر درجے ہوتا ہے۔ ماہرینِ فلکیات کے مطابق نئے چاند کا نظر آنا اسی شام ممکن ہے جب اس کی عمر تقریباً تیس گھنٹے ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں، جہاں رویت ہلال کا اعلان شرعی طور پر چاند دیکھے جانے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، قمری تاریخیں وہاں کی رائج تاریخوں سے ہمیشہ پیچھے چلتی ہیں۔ مندرجہ ذیل مثال اس اختلاف کو واضح کریگی کہ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی ایک روز اور کبھی دو روز کا فرق کیوں کر ہوتا ہے۔

مثال:

نئے چاند کی عمر شروع ہونے کے اوقات کی دو صورتیں فرض کیجیے:

پہلی صورت۔ بدھ ۱۰ بجے صبح

دوسری صورت۔ بدھ ۴ بجے شام

دونوں صورتوں میں سعودی عرب میں پہلی تاریخ جمعرات ہو گی۔

حیدر آباد میں پہلی صورت میں بدھ کو بوقت غروب آفتاب (۶ بجے شام فرض کریجیے) چاند کی عمر صرف ۸ گھنٹے ہو گی اس لیے چاند نظر نہیں آسکے گا۔ اگلے روز یعنی جمعرات کی

شام کو اس کی عمر ۸ + ۲۴ = ۳۲ گھنٹے ہو جائے گی لہٰذا چاند نظر آئے گا اور پہلی تاریخ جمعہ کو ہوگی، اس طرح ہمارا سعودی عرب کی تاریخوں سے ایک دن کا اختلاف ہوگا۔

دوسری صورت میں بدھ کی شام کو حیدرآباد میں غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر صرف ۲ گھنٹے ہوگی اس لیے چاند کسی صورت نظر نہیں آسکے گا، اگلے روز جمعرات کی شام کو اس کی عمر ۲ + ۲۴ = ۲۶ گھنٹے ہو جائے گی۔ تیس گھنٹے سے کم عمر کے باعث اس روز بھی چاند کے نظر آنے کا زیادہ امکان نہیں ہے اس سے اگلے روز جمعہ کی شام کو اس کی عمر ۲۶ + ۲۴ = ۵۰ گھنٹے ہوجائے گی اس لیے چاند ضرور نظر آئے گا، لہٰذا اس سے اگلا روز یعنی ہفتہ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی، اس طرح ہمارا سعودی عرب کی تاریخوں سے دو دن کا فرق ہوگا۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کون صحیح ہے اور کون غلط، اس کی شرعی توضیح کرنے کے مجاز صرف علمائے کرام ہیں۔ مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ فلکیاتی نئے چاند اور مشاہدہ کے نئے چاند میں کبھی یکسانیت نہ ہونے کی بنا پر اگر اول الذکر صورت کو درست مانا جائے تو لامحالہ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سے پیشتر چونکہ رویت ہلال ہمیشہ مؤخرالذکر صورت کی بنیاد پر قرار دی جاتی رہی ہے اس لیے چودہ سو سال تک تمام عیدین اور رمضان المبارک کے آغاز و اختتام غلط ایام میں منعقد ہوتے رہے۔